حضرت فاطمہؑ کی یوم شہادت کی مناسبت سے

رازِ طہارت

صدیقۂ طاہرہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی حیات کے مختلف گوشوں پر اظہارِ خیال

آیت اللہ العظمی سید محمد حسین فضل اللہ

المكتب الإعلامي - قم المقدسة

سوالات

سوال ۱: حضرت زہرا کے حوالے سے مصنف نے لوگوں کو کس بات کی دعوت دی ہے؟

سوال ۲: جب جنگ بدر میں پیغمبر اسلامؐ زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہؑ نے کیا کیا اور انکا یہ عمل کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟

سوال ۳: "الجار ثم الدار" کے ذریعے حضرت زہراؑ ہمیں کیا سبق دے رہی ہیں؟

سوال ۴: تسبیحات زہراؑ ہمیں کیا سبق دیتی ہیں؟

سوال ۵: پیغمبر اسلامؐ نے حضرت فاطمہؑ کو کھجور کی شاخ پر لکھی تحریر دے کر ان سے کیا چاہا؟

سوال ۶: حضرت فاطمہؑ کے خطبہ ارشاد فرمانے کا کیا مقصد تھا اور یہ کن باتوں پر مشتمل تھا؟

سوال ۷: مصنف نے حضرت فاطمہؑ کی عصمت کی کیا کیا دلیلیں پیش کی ہیں؟

سوال ۸: حضرت فاطمہ زہرا کا پیغام کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رازِ طہارت

ہم جب بھی انہیں یاد کرتے ہیں' خواہ ان کی ولادت اور ان کے دنیا میں آنکھیں کھولنے کے دن کی مناسبت سے ان کے بارے میں گفتگو ہو' خواہ ان کی وفات اور رسول کریمؐ کی رحلت کے بعد ایک انتہائی مختصر عرصے میں ان کی خدا سے ملاقات کے لئے روانگی کی مناسبت سے ان کا ذکر ہو۔ بی بی نے ایام جوانی بھی پورے نہ کئے تھے' راہ حیات کے عین درمیان آپ اس دنیا سے کوچ فرما گئیں تھیں۔

ہم جب بھی ان کا ذکر کرتے ہیں' انہیں ایک ایسا انسان پاتے ہیں جو اپنی روح' فکر' علم و دانش اور زہد و عبادت میں ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اپنے مشن پر گامزن ہو۔

ہم انہیں صدیقہ طاہرہ کے عنوان سے یاد کرتے ہیں۔ آپ اس لفظ میں موجود تمام معنی میں طہارت' عصمت اور حقانیت کی مالک تھیں۔

آپ وہ ہستی ہیں جنہوں نے اپنے بچپنے ہی سے شدید ترین مشکلات کا سامنا کیا' اور ان کی یہ دشوار زندگی گھریلو اور معاشرتی زندگی میں ان کے کاندھوں کو جھکا دینے والے سنگین بوجھ کے ہمراہ اس زمانے میں بھی جاری رہی جبکہ علیؑ ان کے ہمسر تھے۔

اپنے والد گرامی کا فراق ایک اور رنج تھا جس نے انہیں آزردہ کیا۔ وہ والد گرامی جو خود عقل و روح اور پیغمبرانہ زندگی کے آئینہ دار تھے۔ یہ دونوں ہستیاں انسانیت کے لئے دردمندی اور الٰہی مشن سے وابستگی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں۔ یہی وابستگی و پیوستگی تھی جس کی

بنا پر فاطمہ زہراؑ نے پیغمبر کی رحلت کے بعد انتہائی ممکنہ صورت میں امامت کے دفاع کی کوشش کی اور اس قضیے میں بھی بہت سے رنج و غم، مصائب و مشکلات کا سامنا کیا۔

آپ کی زندگی کے بارے میں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ حتیٰ ایک لمحے کے لئے بھی اپنی ذات کیلئے زندہ نہ رہیں، بلکہ آپ نے اپنی پوری زندگی اپنے پدر بزرگوار پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ، اپنے شوہر نامدار امیر المومنین علی مرتضیٰؑ اور اپنے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ (جو چاہے قعود کی حالت میں ہوں چاہے قیام کریں دونوں صورتوں میں مسلمانوں کے امام ہیں) کی خدمت کے لئے وقف رکھی۔

آپ نے ان ہستیوں کی خدمت صرف اس لئے نہیں کی تھی کہ یہ آپ کے اقربا اور رشتے دار تھے بلکہ اس کا سبب وہ احساس ذمے داری تھا جسے آپ اپنے کاندھوں پر محسوس کرتی تھیں۔ ذمے داری کا یہ احساس ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا یہ احساس ذمے داری تمام مسلمانوں کو اپنے سائے میں ڈھانپ لیتا ہے۔ وہ اس احساس ذمے داری کی بنیاد پر اپنے دکھوں، غموں اور مسائل و مشکلات کے بارے میں سوچنے سے پہلے دوسروں کے درد و غم، مسائل و مشکلات کی فکر کرتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ جس طرح نسبی تعلق کے لحاظ سے دخترِ رسولؐ ہیں، رسالت کے لحاظ سے بھی ان کی دختر ہیں۔ پس ان کے بارے میں رسول اللہؐ کے فرامین (جنہیں مسلمانوں کے دونوں بڑے مکاتب کے علما و محققین نے اپنی کتب میں تحریر کیا ہے) کی روشنی میں ان کی شخصیت کا مطالعہ کریں، وہ رسولؐ جنہوں نے انہیں اپنی ماں کہہ کر پکارا۔

حضرت زہراؑ کے بارے میں شاید بہترین شعر، امیر الشعراء احمد شوقی کا یہ شعر ہے کہ ؎

ما تمنى غيرها نسلا ومن   يلد الزهراء يزهد في سواها

(پیغمبر نے زہراؑ کے سوا کسی نسل کی تمنا نہ کی کیونکہ جس کے پاس زہراؑ ہو اسے کسی دوسرے سے رغبت نہیں رہتی)

عزیزو! حضرت زہراؑ کی یاد منانے کے سلسلے میں ہمارے اہتمام کی وجہ یہی ہے۔ جب

ہم ان کا ذکر کرتے ہیں تو رسالت اور اپنے مشن سے وابستگی کا ذکر ہوتا ہے۔ حضرت زہراؑ نے کس انداز سے اپنا مشن جاری رکھا اور کس طرح اپنی ذمے داری ادا کی اسے دیکھ کر ہم انکے ذکر کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کے بدلتے اور ہردم تغیر پذیر امور میں اسلامی تحریک کے دستورِ عمل کا ذکر کرتے ہیں' وہ تحریک جس میں حضرت زہراؑ ایک زندہ اور فعال عنصر کی حیثیت سے شامل رہیں۔ ہم ان تمام امور میں ان کی یاد کو زندہ رکھتے ہیں۔

تاریخ بشریت بکثرت ایسے انسانوں کے ذکر سے بھری پڑی ہے جو اپنی موت کے بعد ختم ہو گئے۔ کیونکہ ان کی زندگی خود ان کی ذات تک محدود اور منحصر تھی۔ نیز تاریخ ایسے انسانوں کے ذکر سے بھی معمور ہے جن کی حیات ان کے مشن اور پیغام کے دوام کی بنا پر جاویداں رہی ہے۔ جب تک ان کا پیغام باقی ہے' اس وقت تک انہیں بھی بقا رہے گی۔ فاطمہ زہراؑ ایسے ہی ثانی الذکر انسانوں میں سے ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ کا تذکرہ' فاطمہ زہراؑ کے ذکر کے بغیر ممکن نہیں' اسی طرح حضرت علیؑ کا تذکرہ ہو اور اسمیں فاطمہؑ شامل نہ ہوں' ہو نہیں سکتا۔ یہی حال حسنؑ و حسینؑ اور زینبؑ کے تذکروں کا ہے' کہ ان کے دوران بھی ان کی مادرِ گرامی فاطمہؑ کا ذکر لازم ہے' جو ان کی طہارت کا راز ہیں۔

لہٰذا ہم سب کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیے یہ کوشش کریں کہ زہراؑ نہ صرف ہمارے آنسوؤں میں' بلکہ ہماری فکر اور روح میں ایک پیغام اور ایک طرزِ فکر کے بطور ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ ہو جائیں۔ کیونکہ ہم صرف اپنے اشکوں کے ذریعے ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے ان کی راہ پر نہیں چل سکتے اور ان کی اقدار کو زندہ نہیں کر سکتے' بلکہ بڑا کام یہ ہوگا کہ ہم اپنی نظریں ان کے پیغام اور اس ذمے داری پر لگائے رکھیں جسے وہ محسوس کرتی تھیں۔ ان کے اشک اپنے مشن' پیغام اور ذمے داری کے لئے بہے' اور حتیٰ ایک لمحے کے لئے بھی وہ اپنی ذات کے لئے زندہ نہ رہیں۔ یہی اہل بیتؑ کی جاویدانی کا سبب ہے' وہ صرف اسلام کے لئے جئے۔ لہٰذا ہمیں ان کی یاد مناتے ہوئے احیائے اسلام کا مقصد پیش نظر رکھنا چاہئے۔

زہراؑ کلامِ پیغمبرؐ میں

حضرت فاطمہ زہراؑ کی شخصیت کا پیغمبر اسلامؐ کے فرامین کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے ہم سب سے پہلے ایک ایسی حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں جسے ''بخاری'' نے اپنی صحیح میں رسول خداؐ سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں ہے: فاطمة بضعة منی من اغضبها اغضبنی (فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس کسی نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا)۔ اس کے بعد ایک اور حدیث دیکھتے ہیں جسے ''مسلم'' نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے: انما ابنتی فاطمة بضعة منی یوذینی ما اذاها (بے شک میری بیٹی فاطمہ میرا پارہ تن ہے، جس کسی نے اسے اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی)

مسلم ہی رسول اللہؐ سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں: انما ابنتی فاطمة بضعة منی، یریبنی ما ارابها و یوذینی ما اذاها (بے شک میری بیٹی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسکی دل آزاری کا سبب ہوتی ہے وہ مجھے تکلیف پہنچاتی ہے اور جو چیز اسے آزردہ کرتی ہے وہ میری آزردگی کا باعث ہوتی ہے)

اگر ہم اس حدیث کا مفہوم جاننا چاہتے ہیں تو ہمیں پیغمبر کو اس طرح سمجھنا ہوگا جس طرح خدا نے ان کا تعارف کرایا ہے۔ یعنی آنحضرتؐ اپنی خواہش سے سخن نہیں فرماتے: وما ینطق عن الهوی . ان هو الا وحی یوحی (اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا ہے۔ وہ وہی کہتا ہے جو وحی اس پر نازل ہوتی ہے۔ سورہ نجم ۵۳۔ آیت ۳،۴)

کبھی تو خداوند عالم کی طرف سے وحی آیات قرآنی کی صورت میں نازل ہوتی تھی اور کبھی پیغمبر اسلام کی عقل کے قالب میں جسے خداوند عالم نے حقیقت پر استوار کیا ہے اور کبھی قرآن کریم کے پیش کئے ہوئے دستور عمل کی تکمیل کرنے والی سنت کی شکل میں۔ پیغمبر اسلام وہ سچے فرستادہ الٰہی ہیں جو کسی غیر واقعی چیز کو خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے: ولو تقول علینا بعض الا قاویل . ولا خذنا منه بالیمین. ثم لقطعنا منه الوتین (اور اگر یہ

پیغمبر ہماری طرف سے کوئی بات گڑھ لیتا' تو ہم اسکے ہاتھ کو پکڑ لیتے' اور پھر اسکی شہ رگ کو کاٹ ڈالتے۔ سورہ حاقہ ۶۹۔ آیت ۴۴ تا ۴۶)

لہٰذا پیغمبر اسلام نے کبھی اپنے ذاتی جذبات و احساسات سے مغلوب ہو کر کلام نہیں فرمایا جن کی بنا پر کسی کو (خوانخواہ) بڑھا چڑھا کر پیش کریں۔ بلکہ آپ رسالت کے نکتۂ نظر سے افراد کی قدر و قیمت کے قائل تھے۔ پیغمبرؐ بشر ہیں اور دوسرے انسانوں ہی کی مانند اپنی بیٹی کو آغوش میں لیتے ہیں اور اس پر اپنی محبت نچھاور کرتے ہیں' لیکن جب کسی کو کوئی عنوان یا حیثیت بخشنا چاہتے ہیں تو رسالت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' کیونکہ اس سلسلے میں ان پر وحی ہوتی ہے۔

پس جب آپؐ فرماتے ہیں کہ ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے'' تو اس کے کیا معنی ہیں؟ اسکے معنی یہ ہیں کہ آپ رسول خداؐ سے عضوی رابطہ رکھتی ہیں' بالکل اسی طرح جیسے ان کے بدن کا ایک زندہ جز ہوں۔ جب کوئی شخص رسول اللہؐ کے وجود کا حصہ ہو جائے تو طبعاً اسکی عقل بھی پیغمبر کی عقل کا ایک ٹکڑا ہوگی اور اسکی روح بھی پیغمبر کی روح کا ایک گوشہ ہوگی اور اسکی حیات بھی رسول اللہؐ کی حیات کا ایک جز ہوگی اور اسکی پاکیزگی' صفا' معنویت' صدق اور امانتداری بھی رسول اللہؐ کی ان صفات کا ایک حصہ ہوگی۔

اگر پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ ''جس کسی نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔'' تو یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ رسالتِ الٰہی کے حامل حضرات اپنے بچوں کے بارے میں لوگوں کے جائز غصے پر جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے۔ کیونکہ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ اگر ایک صالح باپ یہ دیکھے گا کہ لوگ اسکے بچے پر اسکے کسی برے کام کی بنا پر یا اسکے کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے غصے ہو رہے ہیں تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ: جس کسی نے میرے فرزند کو اذیت پہنچائی ہے اس نے مجھے اذیت دی ہے۔

لہٰذا پیغمبرؐ کے فرمان کے معنی یہ ہیں کہ: ''یہ ممکن ہی نہیں کہ فاطمہ زہرا کسی کے ساتھ کوئی برائی کریں یا گفتار اور عمل میں ناشائستگی کی مرتکب ہوں' جس کی بنا پر لوگوں کو انہیں اذیت و آزار پہنچانے اور ان سے رنجیدہ ہونے کا حق مل جائے۔''

فاطمہؑ ایسی ہستی ہیں کہ کوئی ان سے سرزد ہونے والی کسی خطا (کہ حضرت فاطمہؑ ہر خطا سے منزہ ہیں) کو بہانہ بنا کر ان پر غضبناک نہیں ہو سکتا۔ حضرت ختمی مرتبتؐ کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ فاطمہؑ ایک ایسی انسان ہیں جو کسی برے عمل کی مرتکب نہیں ہوتیں ایک ایسی انسان ہیں جو گناہ نہیں کرتیں' گمراہ نہیں ہوتیں۔ لہٰذا جس کسی نے بھی ان سے عداوت کی اس نے حق سے عداوت کی ہے اور خدا کی صراط مستقیم کا دشمن ہوا ہے۔

ہم رسول مقبولؐ کے کلام (من اغضبها اغضبني ويو ذيني ما آذاها) سے یہ مراد لیتے ہیں کہ فاطمہؑ صرف اسی وقت آزردہ ہوتی ہیں جب خدا کی نافرمانی ہو اور صرف اسی وقت رنجیدہ ہوتی ہیں جب لوگ خدا سے منہ موڑتے ہیں۔ اگر ان کی آزردگی کی وجہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی نہ ہوتی تو کیونکر ممکن تھا کہ پیغمبرؐ ان کی آزردگی پر آزردہ ہوتے؟

رسول کریمؐ سے سب سے زیادہ مشابہ

اب ہم ایک اور غیر شیعی کتاب ''استیعاب'' پر نظر ڈالتے ہیں تا کہ یہ بات واضح کر دیں کہ یہ باتیں غیر متنازع ہیں۔ کیونکہ بعض لوگ شیعوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ جذبات و احساسات سے مغلوب ہو کر گفتگو کرتے ہیں۔

''ابن عبدالبر'' نے کتاب ''استیعاب'' میں سند کے ذکر کے ساتھ لکھا ہے کہ ام المومنین عائشہ نے کہا: **ما رايت احدا كان اشبه كلاماً و سمتاً و هدياً و دلاً برسول الله من فاطمة و كانت اذا دخلت عليه قام اليها فاخذ بيدها فقبلّها و اجلسها في مجلسه و كانت اذا دخل عليها قامت اليه فاخذت بيده فقبلتها و اجلسته في مجلسها** (میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو کلام' سراپے' اخلاق اور نیک سیرتی میں فاطمہؑ کی مانند رسول کریمؐ کے مشابہ ہو۔ جب کبھی فاطمہؑ' رسولؐ کے یہاں آتیں تو پیغمبرؐ اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ تھام کر اس کا بوسہ لیتے' اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے' اور جب کبھی پیغمبرؐ فاطمہؑ کے یہاں تشریف لے جاتے تو فاطمہؑ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتیں' آنحضرتؐ کا دست

مبارک تھام کر اسے بوسہ کرتیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں)

جب ہم کتاب ''استیعاب'' میں یا ''سنن ابی داؤد'' میں حضرت عائشہ سے نقل ہونے والے اس واضح اور صریح کلام کا مطالعہ کرتے ہیں' تو کیا بات ہمارے علم میں آتی ہے؟

یہ کلام رسول مقبولؐ اور حضرت فاطمہؑ کے درمیان گہرے روحانی تعلق کی نشاندہی کرتا ہے۔ کیونکہ رسول گرامی کسی اور کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے تھے اور فاطمہؑ بھی کسی اور کے ساتھ یہ طرز عمل نہیں اپناتی تھیں۔ اور یہ باہمی طرز عمل صرف پیغمبرؐ اور ان کی پیاری بیٹی کے مابین نظر آتا ہے۔ فاطمہ زہراؑ اور حضرت رسول مقبولؐ کے درمیان اس تعلق کا آغاز حضرت فاطمہؑ کے بچپنے ہی سے ہو چکا تھا' ہر چند ہمیں (کتب) سیرت میں حضرت زہراؑ کے بچپنے اور انکی مادر مہربان حضرت خدیجہؑ کی حیات میں آپ کے اور آپ کے والد گرامی کے درمیان اس تعلق کا کوئی خاص سراغ نہیں ملا لیکن حضرت خدیجہؑ اور پیغمبر اسلام کے محبوب چچا حضرت ابو طالبؑ (جو قریش کے حملوں سے پیغمبرؐ کو محفوظ رکھا کرتے تھے) کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جب پیغمبرؐ بالکل تنہا رہ گئے تھے' اس زمانے کے تذکرے پر مشتمل کتب سیرت سے ہمیں اس تعلق کا کچھ پتا چلتا ہے۔

ام ابیھا (اپنے باپ کی ماں)

پیغمبرؐ بالکل تنہا رہ گئے تھے' آپ کو تنہائی کا ایک اور تجربہ بھی تھا' آپ اپنی شیر خوارگی کے زمانے ہی میں اپنی والدہ کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔ باوجود یہ کہ پیغمبر کا دل عشق خدا سے سرشار ہے۔ لیکن آپ انسان بھی ہیں اور انسان محبت' خلوص اور چاہت کا محتاج ہوتا ہے۔ پیغمبر کا مہر و محبت کا محتاج ہونا' ان کی شخصیت کا کوئی نقص نہیں اور ان کی خود اعتمادی اور خدا پر ان کے بھروسے کو کمزور نہیں کرتا۔ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ پیغمبر ہماری ہی مانند بھوک محسوس کرتے ہیں' ہماری ہی طرح انہیں پیاس محسوس ہوتی ہے۔ ہمیں جس وقت محبت کی ضرورت ہوتی ہے' اپنے اندر محبت کی پیاس محسوس کرتے ہیں اور جام محبت سے سیرابی

چاہتے ہیں' یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے جب ہم بھوکے ہوتے ہیں تو ہمیں بھوک مٹانے کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیغمبر بھی دستِ شفقت اور مہربان آغوش چاہتے ہیں۔ زہراؑ انتہائی خلوص کے ساتھ اپنے قلب میں موجزن مہربانی اور محبت کا سایہ اپنے والد کی زندگی پر پھیلا دیتی ہیں' اور اپنے مشن اور ذمے داریوں کی ادائیگی کے دوران پیغمبر اسلام کو جو زخم لگتے ہیں' زہراؑ ان کا مرہم بن جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ پیغمبر کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ گویا ان کی مادرِ گرامی دوبارہ زندہ ہوگئی ہیں۔ لہٰذا آپؐ اپنی بیٹی کو ''ام ابیھا'' کے لقب سے نوازتے ہیں۔

جب ہم حضرت فاطمہؑ کے ''ام ابیھا'' ہونے پر گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فاطمہؑ دل و جاں کی گہرائی کے ساتھ اپنے والد کا خیال رکھتی تھیں' تو بعض لوگ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم حضرت رسولِ گرامی کی شخصیت کے کسی کمزور نکتے پر گفتگو کر رہے ہیں۔ وہ لوگ بھی جو ہر بات سے اسکی بدترین ممکنہ صورت میں معنی کرتے ہیں' ہماری اس بات کو پیغمبر کے مقام عصمت و کمال کے منافی سمجھتے ہیں۔

ان حضرات کے جواب میں عرض ہے کہ کیا آنحضرت کا بھوکے رہنا اور (شعب ابی طالب میں) اپنے پیٹ پر پتھر باندھنا ان کے مقام عصمت کے منافی ہے؟ کیا پیغمبر کا پیاس محسوس کرنا' اور سیرابی کے لئے پانی نوش کرنا ان کے مقام عصمت کے منافی ہے؟ جذباتی نیاز یا بے نیازی اور محبت کا پیاسا ہونا اور اس سے سیراب ہونا بھی اسی طرح ہے۔ بعض لوگ خداوند عالم کی طرف سے تائید شدہ ان مفاہیم کو درک نہیں کرتے جو انسانوں کے لئے پیغمبر کے شدید حزن و ملال اور ان کیلئے آپ کے کڑھنے کی خبر دیتے ہیں۔ خداوند عالم نے ہمیں پیغمبر اسلامؐ کے انتہائی دردمندانہ احساسات سے آگاہ کیا ہے جن کا سرچشمہ مکمل طور پر آپ کی انسانیت میں پنہاں ہے۔

ام ابیھا کا لقب پیغمبر اسلامؐ اور حضرت فاطمہؑ کے درمیان پائے جانے والے اس گہرے تعلق کی تفسیر کرتا ہے جو پیغمبر کی وفات کے وقت تک جاری رہا۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک باہمی روحانی عشق برقرار تھا۔ شاید یہاں ہم اس نکتے پر تاکید کرسکیں کہ ان دونوں

کے درمیان ایک ایسی وحدت پوشیدہ ہے جس کا اظہار ان کی ایک دوسرے سے معنوی وابستگی سے ہوتا ہے۔ اسی نکتے کو ہم کچھ دوسری روایات میں دیکھتے ہیں۔ ان روایات میں سے ایک روایت یہ ہے: ان فاطمة اقبلت ما تخطئی مشیتها مشیة رسول الله (فاطمہ ایسی نظر آ رہی تھیں کہ ان کا چلنا' پیغمبرؐ کے چلنے کی مانند تھا)۔ فاطمہ حتیٰ اپنے چلنے پھرنے کے انداز میں بھی پیغمبر سے متاثر تھیں' کیونکہ پیغمبر ان کے استاذ مربی اور معلم تھے۔ پیغمبر اسلامؐ ہر روز فاطمہؑ کو اخلاق' معنویت اور خردمندی کا ایک تازہ درس دیا کرتے تھے۔ پیغمبر کی یہ دختر مکہ میں آپ کے ساتھ رہیں' آپ روز و شب آنحضرتؐ سے گفتگو کرتیں اور آپ کی باتیں سنا کرتی تھیں۔ یہ پیغمبر سے ان کے حصول علم کا انداز تھا' ان کے شوہر (علی ابن ابی طالبؑ) بھی اسی طرح پیغمبر کے بحر علم سے سیراب ہوتے تھے۔

رسول کریمؐ کے سوا' تاریخ میں فاطمہ زہراؑ کے کسی استاد کا سراغ نہیں ملتا' جیسے علیؑ کے لئے رسول اللہؐ کے سوا کسی استاد کا ذکر نہیں پایا جاتا۔

علیؑ و فاطمہؑ آئینہ پیغمبرؐ ہیں

علیؑ اور فاطمہؑ کا عقد ازدواج' دو ایسے طالب علموں کا بندھن ہے جو ایک ہی استاد کے محضر درس سے مستفید ہوئے ہیں۔ اور یہی عامل اس بات کا سبب ہوا ہے کہ وہ عقلی' روحانی' اخلاقی اور کرداری لحاظ سے آپس میں مکمل ہم آہنگ ہیں۔ لہٰذا جب ہم حضرت علیؑ کی شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں رسول خداؐ نظر آتے ہیں' اسی طرح جب فاطمہ زہراؑ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے وجود میں بھی پیغمبر کا نظارہ کرتے ہیں۔

''حاکم'' کتاب مستدرک میں سند کے ذکر کے ساتھ ''ابی ثعلب'' سے نقل کرتے ہیں کہ: جب بھی رسول مقبولؐ جنگ یا سفر سے پلٹتے تو سب سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کرتے' اسکے بعد اپنی بیٹی فاطمہؑ کے یہاں جاتے اور پھر اپنی ازواج سے ملاقات کرتے۔

اس بات کا مطلب یہ ہے کہ فاطمہؑ پیغمبر اسلامؐ کے دوسروں سے حتیٰ آپ کی ازواج تک سے تعلق میں مرکزی نقطے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

''حاکم'' اسی مذکورہ کتاب میں' سند کے ذکر کے ساتھ یوں روایت کرتے ہیں کہ: ''جب بھی پیغمبرؐ عازمِ سفر ہوتے تو سب سے آخر میں فاطمہؑ سے وداع ہوتے۔'' یعنی سفر پر نکلتے ہوئے سب سے آخر میں جو چہرہ دیکھتے وہ فاطمہ زہراؑ کا رخِ انور ہوتا' تا کہ آپ کا سراپا اور وہ مہربانی اور محبت جس کا زہراؑ اپنے والدِ گرامی کے لئے اظہار کرتی تھیں دوران سفر آپؐ کی روح کی تسکین اور قوتِ قلب کا موجب رہے۔ (روایت ان الفاظ کے ساتھ آگے بڑھتی ہے کہ) جب بھی (رسولِ کریمؐ) سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے فاطمہؑ کے دیدار کو جاتے۔ کیونکہ پیغمبرؐ پورے سفر کے دوران ان سے ملاقات کا اشتیاق رکھتے تھے۔ وہ اشتیاق جس کی مانند اشتیاق کسی اور کے لئے آپ کے دل میں نا پایا جاتا تھا۔ لہٰذا اس آتشِ شوق کو سب سے پہلے ان کا دیدار کر کے بجھاتے۔

''استیعاب'' میں سند کے ذکر کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ: ام المومنین عائشہ سے پوچھا گیا: پیغمبر کے نزدیک محبوب ترین ہستی کون تھی؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا: فاطمہ۔ راوی نے دریافت کیا: مردوں میں آنحضرتؐ کسے سب سے زیادہ پسند کرتے تھے؟ کہا: ان کے شوہر (علی) کو۔ کہ میں نے انہیں بہت زیادہ روزہ دار اور نماز گزار پایا ہے۔

ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں سند کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ: ما رایت احداً قط اصدق من فاطمة غیر ابیھا (میں نے فاطمہ سے زیادہ راست گو کسی کو نہیں دیکھا سوائے ان کے والدِ گرامی کے) جی ہاں! آپ سچائی اور صداقت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ کوئی مسلمان آپ کے رتبے تک نہیں پہنچا اور مقامِ صدق میں کوئی ان سے بلند نہ ہو سکا۔ اور یہ مقام رسولِ خداؐ سے آپ کی پیوستگی اور آنحضرتؐ کی اس ممتاز صفت سے آپ کی یگانگت کا عکاس ہے۔ کیونکہ صداقت رسولِ مقبول کی وہ امتیازی خصوصیت تھی جس نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی نبوت کی قبولیت کی راہ ہموار کی۔ بالفاظ دیگر نبوت

قبول کرنے کی بنیادیں آپ کی صداقت اور امانت ہیں۔ امانت، صدق کا نتیجہ ہوتی ہے، یوں صدق اور امانت ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، اس لئے کہ کسی صادق اور سچے انسان کا خیانت کا مرتکب ہونا ممکن نہیں، کیونکہ خیانت جھوٹ کی ایک قسم ہے۔

فاطمہؑ، پیغمبر اسلامؐ کی صداقت کا آئینہ ہیں۔ آپ صدق کی بدولت ایک بلند درجے پر فائز ہوئیں، اور اپنے والد گرامی حضرت محمد مصطفیؐ کے بعد، آپ سے زیادہ سچا کوئی اور نہیں۔ کیونکہ ان کا صدق، اپنے والد گرامی کے صدق سے متصل ہے، جنہوں نے صدق کو ان کی عقل میں بویا تھا تاکہ ان کی فکر صادقانہ فکر ہو، اور صدق کو ان کے جذبات و احساسات میں رچایا بسایا تھا تاکہ وہ صادقانہ جذبات و احساسات کی حامل ہوں اور صداقت کو ان کی حیات میں داخل کیا تھا تاکہ ان کی پوری زندگی صداقت سے سرشار ہو۔

فاطمہؑ بچپنے ہی سے اپنے والد کے سلسلے میں اس احساسِ ذمے داری کی مالک تھیں، جو احساسِ ذمے داری ایک ماں اپنے بچے کے بارے میں رکھتی ہے۔ تاریخ میں آیا ہے کہ ایک روز پیغمبرؐ سجدے کی حالت میں تھے کہ قریش (کے کچھ لوگوں) نے جانور کی اوجھڑی آنحضرتؐ کی پشت پر پھینک دی۔ فاطمہؑ دوڑ کے آئیں اور اس گندگی کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پیغمبر نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد الحرام کی سمت تشریف لاتے تھے تو اس موقع پر فاطمہؑ اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ ہوا کرتی تھیں۔ یہ قصہ اپنے بابا کے حالات سے باخبر رہنے اور مشرکین کی حرکتوں پر نظر رکھنے کے سلسلے میں حضرت فاطمہؑ کے اہتمام کی نشاندہی کرتا ہے۔

جنگوں میں بھی والد کے ہمراہ

اسی طرح اپنے والد کے ساتھ ساتھ رہنے کے سلسلے میں حضرت فاطمہؑ کی روش کا جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ آپ بعض جنگوں میں بھی پیغمبر کے ہمراہ تھیں۔ مورخین نے مدینہ میں آپ کی سرگرمیوں کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ: جنگ بدر میں پیغمبر اسلامؐ زخمی ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے آپ کے زخم کو صاف کیا اور پٹی باندھ دی۔ لیکن جب خون نہ رکا' تو فاطمہؑ آئیں' اس حال میں کہ آپ رو رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار کو آغوش میں لیا' ایک چٹائی جلائی اور اسکی راکھ زخم پر رکھ دی۔ یہاں تک کہ خون بند ہو گیا۔ یہ قصہ حضرت فاطمہؑ کی اپنے والد گرامی سے محبت کی گہرائی اور ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کے سلسلے میں توجہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس زمانے میں پیغمبر کی چند بیویاں تھیں لیکن فاطمہؑ آنحضرتؐ کے احوال کی جستجو' ان کی دیکھ بھال اور ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے سلسلے میں خود کو ان کی بیویوں سے زیادہ ذمے دار سمجھتی تھیں۔

حضرت علیؑ سے شادی

حضرت فاطمہؑ سے شادی کے وقت حضرت علیؑ انتہائی تنگ دست تھے۔ مہاجرین کی بہت سی بزرگ شخصیات نے فاطمہ زہراؑ کا ہاتھ مانگا تھا۔ پیغمبر نے ان لوگوں کو جواب دیا تھا کہ: (اس سلسلے میں) میں پروردگار کے حکم کا منتظر ہوں۔ لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا: آپ فاطمہؑ کا رشتہ کیوں طلب نہیں کرتے؟ حضرت علیؑ کو اس بات سے شرم محسوس ہوتی تھی۔ لیکن بہرصورت آپ رسول مقبولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ ان کے گوش گزار کیا۔ پیغمبر اسلام کا چہرہ کھل اٹھا۔ گویا آنحضرتؐ کو اسی لمحے کا انتظار تھا اور آپ اس کیلئے تیار تھے۔

پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی مالی حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ کیونکہ خود آپ ہی نے انہیں پال پوس کر جوان کیا تھا اور علیؑ ان کے گھر میں انہی کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ لہذا جس طرح پیغمبر حضرت علیؑ کے علمی اور روحانی فضائل سے آگاہ تھے اسی طرح ان کے پاس موجود مال و دولت کی مقدار کو بھی جانتے تھے۔ اسکے باوجود آپ نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: ڈھال' تلوار اور جسم پر موجود لباس' اور آپ اسے خوب جانتے ہیں۔ پیغمبر نے فرمایا: تلوار تو تمہاری ضرورت ہے' اس لئے کہ اسکے ذریعے تم اسلام اور اللہ کے رسول کا دفاع کرتے ہو۔ البتہ اپنی ڈھال مجھے دے دو۔ اس ڈھال کو ۵۰۰ درہم میں فروخت کیا

گیا۔ نبی حضرت زہرا کا مہر قرار پایا۔ علیؑ اور فاطمہؑ تنگ دست ترین لوگوں کی مانند زندگی بسر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ شدید فقر وافلاس اور گھریلو کاموں کی مسلسل محنت ومشقت نے حضرت زہرا کو (دوسری عورتوں سے کہیں زیادہ) شدید تکلیف میں مبتلا کیا ہوا تھا۔

حضرت فاطمہؑ کی شادی کے سلسلے میں ہونے والی گفتگو اور ان کی شخصیت میں پوشیدہ فضائل ن: ''کشف الغمہ'' میں ایک روایت نظر آتی ہے جس میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ: لو اللہ تبارک و تعالیٰ خلق امیر المومنین لفاطمة ما کان لها کفو علی وجه الارض (اگر خداوند تبارک وتعالیٰ نے امیر المومنین کو حضرت فاطمہ کے لئے خلق نہ کیا ہوتا تو روئے زمین پر ان کیلئے کوئی ہم سر اور ہم شان نہیں تھا)

اگر ہمسری ''نسب'' اور رشتے داری کی بنیاد پر ہوتی تو پیغمبر اسلامؐ کے اور بہت سے چچا زاد بھائی تھے اور اگر مسلمان ہونے کے اعتبار سے ہوتی تو مسلمان بھی بہت تھے' لیکن علیؑ اور فاطمہؑ کے ازدواج میں ایک ایسا راز پوشیدہ ہے جس سے خدا کے سوا کوئی اور واقف نہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق غیبی امور سے ہے۔

علیؑ اور فاطمہؑ کے بندھن کا سبب بننے والا ایک عنصر یہ ہے کہ یہ دونوں علمی' معنوی اور اخلاقی لحاظ سے ایک ساتھ رسول خداؐ کے ہمراہ رہے تھے' جبکہ صحابہ میں سے کسی اور مرد یا عورت کو یہ امتیاز حاصل نہ تھا۔ علیؑ اور فاطمہؑ آنحضرتؐ کے دن رات کے ساتھی تھے اور انہوں نے ایک ایسی ہستی کی مانند ان کے ہمراہ زندگی بسر کی تھی جو اپنے سامنے واقع ہونے والی ہر چیز سے سبق حاصل کرتی ہے۔

پیغمبر اسلام بھی کوشش کیا کرتے تھے کہ ان دونوں کی تربیت اس انداز سے کریں کہ انہیں دیکھنے والا خود آنحضرت کو اپنے سامنے مجسم پائے اور آپ نے اپنے اس عمل کے ذریعے' خداوند عالم کی اس دعوت کا مثبت جواب دیا کہ: وانذر عشیرتک الاقربین (اور اپنے قریبی رشتے داروں کو تنبیہ کیجئے۔ سورہ شعراء ۲۶۔ آیت ۲۱۴)۔ جس وقت پیغمبرؐ کے عزیز و اقربا نے آپ سے منہ موڑ لیا تھا' اس وقت آپ کے نزدیک ترین روحی اور ایمانی رشتے دار یعنی

علیؑ اور فاطمہؑ آپؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ لہٰذا جس معنوی فضا' افق اور خدا پذیری اور خداشناسی کی خصوصیات کے حامل علیؑ تھے فاطمہؑ بھی انہی اوصاف کی مالک تھیں۔

لہٰذا جب ہم حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی عبادتوں پر نظر دوڑاتے ہیں تو دونوں میں قوت' سعی و کوشش اور خدا پذیری کی یکساں اور ایک ہی سی حالت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس گفتگو کے معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں ہستیاں خدا کی معرفت' قربِ الٰہی اور اسکی غیبی صفات کے اسرار سے اتصال کے ایک بلند رتبے پر فائز اور خداوند تعالیٰ کے قرب کی اہمیت سے آگاہ تھیں۔

شیخ صدوق' کتاب ''عیون اخبار الرضا'' میں سند کے ذکر کے ساتھ حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضاؑ سے اور وہ اپنے والدِ گرامی (امام موسیٰ کاظمؑ) سے اور وہ اپنے اجداد سے' اور وہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: پیغمبرؐ نے مجھ سے کہا: اے علیؑ مردانِ قریش نے فاطمہؑ کے سلسلے میں مجھے سرزنش کی اور کہا کہ: ''ہم نے آپؐ سے فاطمہؑ کا رشتہ طلب کیا' لیکن آپؐ نے ہمیں مسترد کر دیا اور علیؑ کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ میں نے انہیں جواب دیا: میں نے تمہیں مسترد نہیں کیا بلکہ خدا نے تمہیں مسترد کیا اور علیؑ کے ساتھ ان کی شادی کی۔'' حضرت فاطمہ زہراؑ کی شادی کا مسئلہ' پیغمبرؐ کے ہاتھ میں نہ تھا' بلکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فیصلہ تھا۔ اس حدیث کے سلسلۂ سند کے بارے میں احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ: انما لو وضعت علی المجنون لافاق (بے شک اگر یہ سلسلۂ سند کسی دیوانے کی گردن میں ڈال دیا جائے' تو وہ شفا پا جائے) کیونکہ اس سلسلۂ سند میں ایک امام دوسرے امام سے روایت کر رہا ہے' یہاں تک کہ حضرت علیؑ رسولِ مقبولؐ سے نقل کرتے ہیں۔

شوہر کے ساتھ ہم آہنگی

حضرت زہراؑ نے اپنے شوہر کے حوالے سے عائد ہونے والی گھریلو ذمے داریوں کی ادائیگی میں (دوسری عورتوں کی مانند) کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور اس بنیاد پر کہ آپ دخترِ رسولؐ

ہیں آپ نے اپنے شوہر سے تعلق میں خود کو دوسری مسلمان خواتین سے ممتاز نہیں سمجھا۔ البتہ اپنی گھریلو اور عائلی ذمے داریوں کی انجام دہی کے سلسلے میں آپ ایک ایسے بہترین اور بلند ترین درجے پر فائز ہیں جس تک کوئی مسلمان عورت نہیں پہنچ سکتی۔ آپ خود اپنے ہاتھوں سے (گندم اور جو) پیستیں' آٹا گوندھتیں' اسکی روٹیاں پکاتیں اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتیں۔

• آپ اپنی زندگی کے آغاز ہی سے بے انتہا رنج وغم کا شکار رہیں' جن کا سیرت نویسوں نے اپنی تحریروں میں ذکر کیا ہے۔ ایک بہت اہم بات جو حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی ازدواجی زندگی میں نظر آتی ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت زہراؑ اپنے عزم وحوصلے' استقامت' عبادت اور زہد سے حضرت علیؑ کی تقویت کا باعث بنیں۔ آپ نے گھریلو ماحول میں ایسی اسلامی فضا ایجاد کی کہ جب حضرت علیؑ گھر میں داخل ہوتے تو خود کو ہر طرف سے اسلام کے حصار میں محسوس کرتے' کیونکہ زہراؑ نے اپنے گھر کی فضا کو اسلام کی خوشبو سے معطر کیا ہوا ہوتا تھا۔ اور علیؑ جس طرح مسجد میں اور رسول مقبولؐ کے نزدیک ایک اسلامی فضا میں سانس لیتے تھے اسی طرح گھر میں' دخترِ رسول کے پہلو میں بھی ایک اسلامی فضا میں جیتے تھے۔

علیؑ ایک ایسے مسلمان شوہر ہیں جو بجا طور پر خود حق کا مدار ہیں' جنہوں نے اپنی عقل' روح عبادت' استقامت اور زہد کے ذریعے حضرت فاطمہؑ کے لئے ایک مثالی اسلامی ماحول فراہم کیا۔ خود فاطمہؑ حضرت علیؑ کی شخصیت میں موجود فضائل کے ذریعے اسلام کی دل انگیز خوشبو سے مشام جاں کو معطر کرتیں۔ بارگاہِ خداوندی میں تضرع' خشوع' عبادت اور سجدہ ریزیوں کے ساتھ ساتھ یہ دونوں محبتِ الٰہی اور خوفِ خدا میں بھی ممتاز مقام کے حامل تھے۔

پہلے ہمسائے پھر گھر

زہراؑ نے اپنے گھر میں ایسا ہی معنوی ماحول قائم کیا ہوا تھا' حتیٰ ان کے بچے بھی بچپنے سے' ایسے ہی ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کے فرزند امام حسنؑ دیکھا کرتے کہ ان کی

والدہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادتِ الٰہی انجام دیا کرتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ''ہماری والدہ راتوں کو اس قدر عبادت کیا کرتی تھیں کہ ان کے پیر سوج جاتے تھے۔''

اگر طویل قیام اور دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے پیروں پر پڑنے والے دباؤ کو پیش نظر رکھیں تو یہ ایک قدرتی بات نظر آتی ہے۔ بی بی کے طویل قیام ان کے بہت زیادہ مناجات میں مشغول رہنے اور خدا سے اتصال کی علامت ہیں۔ آپ کے فرزند (امام حسنؑ) بچگانہ معصومیت کے ساتھ اپنی مادرِ گرامی کی سرگوشیاں اور رب العالمین کے ساتھ ان کے راز و نیاز کو سنا کرتے اور دیکھتے کہ ان کی والدہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا گو ہیں۔ وہ انتظار میں رہتے کہ کبھی تو ان کی نحیف و نزار اور عمر بھر مشکلات سے نبرد آزما رہنے والی والدہ خود اپنے لئے دعا کریں۔ لیکن انہوں نے (انہیں اپنے لئے دعا کرتے) نہ سنا۔ (ایک روز) جب ان کی والدہ نماز و مناجات سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے پوچھا: اماں! آپ اپنے لئے کیوں دعا نہیں کرتیں؟ جبکہ آپ دوسروں سے زیادہ دعا کی محتاج ہیں؟ آپ کی روحانیت اور معنویت سے لبریز نماز خدا کی طرف سے استجابت دعا کی امید پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ انسان دل و جاں کی جس قدر زیادہ گہرائی کے ساتھ درگاہِ الٰہی میں حاضری دیتا ہے، خدا اتنی ہی زیادہ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برساتا ہے اور جلد اسکی دعا قبول فرماتا ہے۔

حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا: یا بنی! الجار ثم الدار (بیٹا! پہلے ہمسایہ پھر گھر) یعنی ہمیں اپنی فکر کرنے سے پہلے مسلمانوں کی حالت کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ اس طرح ہم مسلمانوں کے دکھوں اور تکلیفوں کو محسوس کریں گے اور خدا سے دعا کریں گے کہ ان کے دکھوں کا مداوا فرمائے۔ ہم مسلمانوں کے لئے دعا گو ہوں گے تو خدا ہم پر بھی اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور جو چیز ہم ان کے لئے طلب کرتے ہیں وہ ہمیں بھی عطا فرمائے گا۔

قرآنِ کریم نے اہلِ بیت کو دوسروں سے ممتاز کرنے والے ان جذبات و احساسات کو ہمیشگی بخشی ہے۔ یہ احساسات صرف حضرت زہراؑ میں منحصر نہ تھے بلکہ تمام اہلِ بیتؑ (جنہیں خدا نے رجس اور نجاست سے محفوظ رکھ کر پاک و پاکیزہ بنایا ہے) ان احساسات کے مالک

تھے۔ ان سب نے روحانی، دانشمندانہ اور معاشرتی میدان میں ایک پاکیزہ زندگی بسر کی ہے:
ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا. انما نطعمکم لوجه الله (یہ اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں۔ سورہ انسان ۷۶۔ آیت ۸،۹)۔ ہم تمہیں کھانا دے کر اپنا روزہ پانی سے افطار کرتے ہیں، اس لئے کہ ہم تمہیں خود پر ترجیح دیتے ہیں، ہم اہل خانہ پر ہمسائے کو مقدم سمجھتے ہیں: **لا نرید منکم جزاء ولا شکورا. انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا. فوقاهم الله شر ذلک الیوم و لقاهم نضره و سرورا** (وہ ہم نہ تو تم سے کسی بدلے کے طلبگار ہیں، نہ شکریے کے۔ ہم اپنے پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں جس دن چہرے بگڑ جائیں گے اور ان پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔ تو خدا نے انھیں اس دن کی سختی سے بچا لیا اور تازگی اور سرور عطا کیا۔ سورہ انسان ۷۶۔ آیت ۹ تا ۱۱)

حضرت علیؑ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ فاطمہؑ بیماری اور سخت محنت کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہیں، ان سے فرمایا: کیا ہی اچھا ہو، اگر آپ پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو کے ان سے ایک خدمت گار طلب کریں، تا کہ آپ کو کچھ آرام مل سکے اور آپ کے کام کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ لیکن حضرت فاطمہؑ نے اس درخواست سے گریز فرمایا کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ اگر یہ ضروری ہوتا تو خود پیغمبر انہیں ایک خدمتگار فراہم کر دیتے۔ انہوں نے یہ تعلیم پائی تھی کہ ہر حال میں رسول خداؐ سے ہم آہنگ اور ان کے ہم قدم رہنا چاہئے۔

سیرت کی کتابوں میں آیا ہے کہ: ایک روز حضرت فاطمہؑ نے حضرت علیؑ کی طرف سے تحفے میں ملنے والا دست بند یا گردن بند پہنا ہوا تھا۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ نیا پردہ گھر میں لٹکایا تھا۔ رسول اللہؐ سفر سے واپسی پر حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لاتے ہیں اور یہ چیزیں دیکھ کر بغیر ٹھہرے ہوئے واپس پلٹ جاتے ہیں۔ فاطمہؑ رسول کریمؐ کا یہ انوکھا طرز عمل دیکھ کر متعجب ہوتی ہیں، سوچتی ہیں کہ پیغمبر کا اس طرح فوراً گھر سے چلے جانا غیر معمولی بات ہے۔ غور کرتی ہیں کہ کیا نئی بات ہوئی ہے؟ کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے؟۔ آپ کی نظر اپنے زیور

(یا نئے پردے) پر پڑتی ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ آپؑ اس دست بند یا گردن بند کو فروخت کر کے اس رقم سے ایک غلام خرید کر راہِ خدا میں آزاد کرتی ہیں۔ ایک دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ: آپ پردہ اتار کر اپنے بچوں (حسنؑ و حسینؑ) کو دیتی ہیں اور ان سے کہتی ہیں کہ اسے پیغمبر کے حوالے کر دیں اور ان سے کہیں کہ آج کے بعد ایسا کوئی عمل مجھ سے سرزد نہ ہوگا' اب جیسا آپ مناسب سمجھیں اسکے ساتھ کیجئے۔ حسنؑ اور حسینؑ اپنے نانا کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں' پیغمبر منبر پر تشریف فرما تھے۔ بچے نزدیک پہنچ کر امانت پیغمبر کے حوالے کرتے ہیں اور اپنی والدہ کا پیغام انہیں پہنچاتے ہیں۔

پیغمبر اپنی بیٹی کا یہ پیغام سن کر وجد میں آجاتے ہیں اور فرماتے ہیں: فداھا ابوھا' فداھا ابوھا' فداھا ابوھا' مالآل محمد والدنیا انھم خلقوا للآخرۃ (اسکا باپ اس پر فدا ہو' اسکا باپ اس پر فدا ہو' اسکا باپ اس پر فدا ہو! آلِ محمد کو دنیا سے کیا کام وہ تو آخرت کے لئے خلق کئے گئے ہیں)

تسبیحاتِ زہراؑ

حضرت علیؑ نے جب دیکھا کہ فاطمہؑ اپنے والدِ گرامی سے ایک خدمت گار کی فرمائش سے گریز کر رہی ہیں' تو آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ خود اس سلسلے میں پیغمبر سے بات کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ زہراؑ کو ایک خدمت گار بخش دیں۔ حضرت علیؑ رسول کریم کی خدمت میں تشریف لائے اور ان الفاظ کے ساتھ بات کا آغاز کیا: مسلسل گندم پیسنے کی وجہ سے زہراؑ کے ہاتھ سخت اور ان کا بدن ناتواں ہو چکا ہے اور بچوں کی نگہداشت بھی ان کے لئے دشوار ہے۔ اسکے بعد آپ نے پیغمبر سے درخواست کی کہ خدمت گار کے طور پر ایک اسیر انہیں بخش دیا جائے۔

پیغمبر اسلامؐ نے خدا کے ساتھ ان دونوں کا رابطہ مضبوط کرنے اور حضرت زہراؑ کی سختیوں کو کم کرنے کی غرض سے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں چاہتے کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز کی

تعلیم دوں جس کی انجام دہی تمہارے لئے خدمت گار رکھنے سے بہتر ہو؟ پھر فرمایا: سوتے وقت ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرو۔ یہ عمل اس سے بہتر ہے کہ تمہارے پاس ایک خدمتگار ہو۔ ان دونوں نے فرمایا: ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں۔

اسلام نے تسبیحات زہراؑ کو جاویداں کر دیا' وہ تسبیحات جو ہمیں حضرت زہراؑ کی یاد دلاتی ہیں' جس کے دوران خدا کی کبریائی' اس کی حمد و ستائش اور اسکی تسبیح کرتے ہوئے آپ اپنے غموں کو بھلا دیتی تھیں تا کہ ہمارے لئے واضح کر جائیں کہ خدا کے لئے کس طرح جیا جاتا ہے اور کس طرح مصیبتوں میں خدا کو یاد کیا جانا چاہئے۔

ایک روایت میں جو ''کلینی'' نے کافی میں سند کے ذکر کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے' آیا ہے کہ: ایک موقع پر جب حضرت فاطمہؑ نے رسول اللہؐ سے اپنی بعض مشکلات کی شکایت کی تو آنحضرتؐ نے اپنی دختر کو کھجور کے درخت کی ایک شاخ دی (جس پر آپ نے کچھ تحریر کیا ہوا تھا)۔

اس طرح پیغمبر چاہتے تھے کہ اپنی بیٹی کو مادی امور سے زیادہ علم و معنویت کی جانب متوجہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اس پر جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے یاد کرلو۔ اس پر تحریر تھا کہ: ''جو کوئی خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہیں پہنچاتا' اور جو کوئی خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرتا ہے' اور جو کوئی خدا اور آخرت پر ایمان کا مالک ہے وہ اچھی بات زبان سے نکالتا ہے یا خاموش رہنا پسند کرتا ہے۔''

پیغمبر چاہتے تھے کہ اس نصیحت کے ذریعے اور اسلامی اقدار (values) کے بارے میں اپنی حساسیت کی جانب اپنی دختر کو متوجہ کر کے' ان کی فکر کو ان تعلیمات کے سلسلے میں مشغول کریں جو آپ انسانوں کے لئے لائے ہیں اور اس طرح ان کے غموں اور دکھوں کو کم کریں اور انہیں سختی اور اس درد پر مسلط کر دیں جو انہیں آزار پہنچا رہا ہے۔

ہم پیغمبر کے اس عمل کے یہ معنی لیتے ہیں کہ انسان کو اپنے اوپر پڑنے والی سختیوں اور اپنے دکھوں سے زیادہ اپنی ذمے داری سے آگاہ ہونا چاہئے۔ تا کہ وہ ان سختیوں سے نجات

پانے سے زیادہ اپنی ذمے داری کی ادائیگی کو ترجیح دے۔ کیونکہ جب انسان کے پیش نظر بڑے بڑے امور کا اہتمام ہوتا ہے تو وہ معمولی مسائل کو بھلا دیتا ہے۔

عورتوں کی تعلیم کے سلسلے میں حضرت زہراؑ کا کردار

بعض مورخین کے مطابق حضرت زہراؑ جو کچھ نبی اکرمؐ سے سیکھتیں، مسلمان عورتوں کو اسکی تعلیم دیتیں۔ دائرۃ معارف اسلامی (islamic encyclopaedia) کے مصنف نے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت زہراؑ کے لکھے ہوئے صفحات میں سے کچھ صفحے کہیں گم ہو گئے انہوں نے ان اوراق کی تلاش کے لئے ''فضہ'' کو مامور کیا (جو عمر کے آخری حصے میں آپ کی خدمت پر مامور تھیں)۔ ان اوراق پر تحریر باتیں حضرت زہراؑ کے لئے خاص اہمیت کی حامل تھیں کیونکہ یہ انہوں نے حضرت رسول کریمؐ سے سیکھی تھیں۔

یہ موضوع اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضرت زہراؑ تمام مشکلات اور سختیوں کے باوجود مسلمان خواتین (جو گاہے بگاہے آپ کے پاس آتی تھیں) کو تعلیم دینے اور انہیں زندگی کے مسائل سے آگاہ کرنے کے سلسلے میں اپنی ذمے داری کا احساس رکھتی تھیں۔

اہل بیتؑ کی احادیث ہمیں بتاتی ہیں کہ بی بی کے پاس مصحف نامی کتاب تھی۔ کچھ لوگوں نے لفظ ''مصحف'' سن کر خیال کیا ہے کہ یہ مسلمانوں کے پاس موجود قرآن سے مختلف کوئی دوسرا قرآن ہے۔ جبکہ بعض احادیث (جن میں کافی کے باب زکات کی ایک حدیث بھی شامل ہے) میں آیا ہے کہ ''مصحف فاطمہ'' دراصل ''کتاب فاطمہ'' ہے۔ کیونکہ مصحف کا لفظ' صحف سے ماخوذ ہے جس کے معنی اوراق ہیں۔ خداوند متعال قرآن کریم میں فرماتا ہے:

صحف ابراھیم و موسیٰ' (ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔ سورہ اعلیٰ ۸۷۔ آیت ۱۹) یا :فی صحف مکرمۃ (یہ باعزت صحیفوں میں ہے۔ سورہ عبس ۸۰۔ آیت ۱۳)۔ لہٰذا ''مصحف فاطمہ'' وہ اوراق تھے جن پر حضرت فاطمہؑ لکھا کرتی تھیں۔ البتہ اس مصحف کے مواد و مشمولات کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت

فاطمہؑ کی وصیت اور کچھ شرعی احکام لکھے ہوئے تھے' جبکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کتاب غیبی امور اور ان ہی جیسی باتوں پر مشتمل تھی۔

بہر حال یہ کتاب' آج دنیا کے کسی گوشے میں نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا اس کے مواد و مشمولات کے حوالے سے کئے جانے والے دعوؤں کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ کتاب آج موجود ہی نہیں کہ اس پر اختلاف اور نزاع کیا جائے۔ ہم اس کتاب کی صرف ان چیزوں کے بارے میں دعویٰ کر سکتے ہیں جو اہل بیتؑ نے ہمارے لئے نقل کی ہیں۔

اسی طرح ''مصحف علیؑ'' ہے اور وہ بھی ہماری دسترس میں نہیں۔ اسکا صرف وہ حصہ جو اہل بیتؑ نے ہمارے لئے نقل کیا ہے قابل استفادہ ہے۔ یہی معاملہ ''جامعہ'' اور ''جفر'' کا ہے جنہیں اہل بیتؑ نے اپنے منابع (Sources) قرار دیا ہے۔

خطبۂ زہراؑ

مذکورہ گفتگو کی روشنی میں واضح ہے کہ حضرت زہراؑ ایک عالمہ کا مظہر ہیں اور ایک ایسی مبلغ کی حیثیت رکھتی ہیں جو ایک بلند علمی اور معنوی مقام سے اسلامی امور و معاملات کا اہتمام کرتی ہیں۔

جب ہم آپ کا وہ خطبہ پڑھتے ہیں جو آپ نے (مسجد میں اپنے حق فدک) کے حصول کے لئے ارشاد فرمایا' تو ہمیں آپ کی بھرپور علمی اور معنوی صلاحیتوں کا علم ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہؑ یہ خطبہ ارشاد فرما کے اور فدک طلب کر کے کوئی مادی مقصد حاصل کرنا نہیں چاہتی تھیں' بلکہ کچھ دوسرے اہداف و مقاصد آپ کے پیش نظر تھے' جو ایک اجتماعی مسئلے سے جا ملتے ہیں' جس کا آپ دفاع اور تحفظ کرنا چاہتی تھیں۔ اس طرح انہوں نے امیر المومنین کے حق خلافت (جس کی وہ خود معتقد تھیں اور ہم بھی معتقد ہیں) کا دفاع کیا۔

خطبے کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ اس خطبے کی پہلی فصل بہت سی اسلامی اقدار اور واجبات کی تشریح پر مشتمل ہے' جو آپ کی بھرپور علمی صلاحیتوں پر بہترین گواہی ہے۔ اس

فصل کو متن قرار دے کر بہت سی اسلامی تعلیمات کو بیان کرنے والی ایک تفصیلی شرح لکھی جا سکتی ہے۔

اسی طرح جب آپ اپنے والد کی طرف سے ملنے والی وراثت کے حق کو ثابت کرنے کے لئے اور پیغمبر اسلام سے منسوب کی جانے والی روایت: انـا معاشر الانبیاء لا نورث ' ماترکناہ صدقة (ہم انبیا اپنا ترکہ نہیں چھوڑتے اور جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے) کو مسترد کرنے کیلئے وراثت سے متعلق آیات قرآنی کو اپنے استنباط کی بنیاد بنا کر انہیں بطور سند پیش کرتی ہیں اور اس طرح ایک قرآنی بحث میں داخل ہوتی ہیں' تو فقہی مسائل کے استنباط میں قرآن کریم کو سند قرار دینے کے سلسلے میں آپ کی عظیم فقہی صلاحیت سامنے آتی ہے۔

جب ہم مہاجرین اور انصار سے آپ کی گفتگو کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ کی رائے کی پختگی اور اپنی ذمے داری کی ادائیگی کے سلسلے میں آپ کی صلاحیت ہم پر روشن ہوتی ہے' اور یہ بات تصور میں بھی نہیں آتی کہ گفتگو کرنے والی یہ شخصیت' وہی نحیف و ناتواں خاتون ہیں جو کبھی کبھی بے حال ہو جاتی ہیں۔ ہم انہیں ایک ایسی طاقتور خاتون کے روپ میں دیکھتے ہیں جو مردوں کے سامنے پامردی کے ساتھ کھڑی ہوتی ہیں اور ایک مضبوط منطق کی بنیاد پر ان سے گفتگو کرتی ہیں اور شبہات کو ایسی حجت اور دلیل سے مسترد کرتی ہے کہ جس کی مثال اس سے پہلے کسی عورت کی گفتگو میں نہیں ملتی۔

حضرت زہراؑ کی مظلومیت

حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنی زندگی میں بکثرت تکالیف سہیں اور بہت سے ظلم وستم برداشت کئے جنہیں شیعہ اور سنی کتب احادیث میں روایت کیا گیا ہے۔ ان ہی راویوں میں سے ایک راوی ''ابـن قتیبـه'' (جو اہل سنت کے علما و مورخین میں سے ہے) اپنی کتاب ''الامامہ والسیاسہ'' میں لکھتا ہے کہ: وہ لوگ لکڑیاں لے آئے تا کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے دروازے کو آگ لگا کر اعتراض کرنے والے ان لوگوں کو خوفزدہ کیا جا سکے جو حضرت علیؑ

کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

مورخین کے مطابق حملہ آور گروہ کے سرغنہ سے کہا گیا: خبردار اس گھر میں فاطمہؑ ہیں! فاطمہؑ وہ ذات ہیں کہ تمام مسلمان متفقہ طور پر ان سے محبت' ان کا احترام اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسول مقبولؐ کی اکلوتی یادگار بیٹی ہیں اور رسول مقبولؐ کی پارہ تن اور جگر گوشہ ہیں' جو کوئی انہیں آزار پہنچائے اور ناراض کرے گا وہ پیغمبر کو آزردہ اور ناراض کرے گا۔

حملہ کرنے والوں کے سرغنہ سے کہا گیا: تمہیں پتا نہیں' اس گھر میں بتولؑ رہتی ہیں' اسکے باوجود تم اسکے دروازے پر لکڑیاں اکٹھی کر کے اسے جلانے کی جسارت کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: وَاِنْ تب بھی (یعنی حتیٰ اگر فاطمہؑ بھی گھر میں ہوں تب بھی گھر کو آگ لگا دو)

ہمارے خیال میں یہ لفظ خطرناک ترین الفاظ میں سے ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر فاطمہؑ کسی گھر میں موجود ہوں تب بھی اس گھر کو آگ لگا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ لفظ اسقدر خطرناک ہے کہ مصری شاعر ''حافظ ابراھیم'' نے اپنے قصیدے ''عمریہ'' میں اس کی سختی اور درشتی کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ اس گفتگو کا مفہوم یہ ہے کہ اس گھر میں کوئی مقدس ہستی نہیں رہتی۔ پس اس گھر اور اسکے مکینوں کو جلا ڈالنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ہمارے خیال میں (وَاِنْ۔۔) کہنا حضرت زہراؑ پر بدترین ظلم ہے۔ خواہ راویوں کا یہ کہنا کہ یہ گروہ گھر میں داخل ہو گیا تھا درست ہو یا نہ ہو ''وَاِنْ'' کا لفظ حملہ کرنے والے لوگوں کی نیت اور ارادوں کی عکاسی کرتا ہے۔

ہمارے خیال میں اگر حملہ کرنے والے یہ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ سنجیدہ گفت وشنید کی راہ اپناتے' تو علیؑ بھی جو اپنی تمام زندگی میں حتیٰ اپنی خلافت کے زمانے تک میں گفتگو اور مکالمے کو ترجیح دینے والے تھے' اس راہ کو پسند کرتے' اسی طرح فاطمہؑ جو مدرسۂ قرآن (جو گفتگو اور مکالمے کی کتاب ہے) کی تربیت یافتہ تھیں اس راستے کو قبول کرتیں۔ لیکن اس دور کے حالات میں گفت وشنید اور مکالمے کی جانب رغبت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔

جی ہاں! حضرت زہرا کو یہ تمام مصائب دکھ پہنچاتے تھے لیکن کبھی آپ نے ان کی شکایت نہ کی۔ صرف حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی تدفین کے بعد ان کی تکالیف اور رنج والم کے بارے میں رسول اللہؐ سے شکایت فرمائی: وستحدثک ابنتک عما نالھا وما اصابھا بعدک (بہت جلد آپ کی دختر ان چیزوں کے بارے میں آپ کو بتائیں گی جو انہوں نے دیکھیں اور سہیں)

ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز حضرت فاطمہؑ کو پریشان کئے ہوئے تھی وہ مسلمانوں اور اسلام کے مسائل تھے۔ حضرت فاطمہؑ کا عقیدہ تھا کہ خلافت کا تعلق اسلام کے مستقبل اور اسکی بقا اور دوام سے ہے۔ وہ جانتی تھیں کہ علیؑ وہ ہیں جنہیں پیغمبر اسلامؐ نے علم کے ہزار ابواب سے روشناس کرایا ہے اور ان میں سے ہر باب سے مزید ہزار باب کھولے جاسکتے ہیں۔ وہ جانتی تھیں کہ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور خود مدار حق ہیں۔ فاطمہؑ جانتی تھیں کہ علیؑ کو رسول مقبولؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے نبوت کے۔ آپ جانتی تھیں کہ علیؑ وہ ہستی ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے بسر کی ہے۔ فاطمہؑ جانتی تھیں کہ علیؑ کی ضربت جن وانس کی عبادت کے برابر ہے اور جانتی تھیں کہ علیؑ وہ انسان ہیں جن کی پوری کی پوری شخصیت رسول مقبولؐ کے سایہ تربیت میں پروان چڑھی ہے۔ فاطمہؑ حضرت علیؑ میں پائی جانے والی ان تمام خصوصیات اور ان کو حاصل تمام امتیازات کی بنیاد پر انہی کو ایک ایسا لائق اور اہل رہبر سمجھتی تھیں جو فلاح وکامیابی کی جانب مسلمانوں کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے۔

مہاجرین اور انصار سے آپؑ کی گفتگو

کتاب ''السقیفہ'' کے مولف کے مطابق متعدد علما جیسے طبرسی نے ''احتجاج'' میں، صدوق نے ''معانی الاخبار'' میں، ابن ابی الحدید نے ''شرح نہج البلاغہ'' میں، صدوق نے ''امالی'' میں اور اربلی نے ''کشف الغمہ'' میں لکھا ہے کہ: جب حضرت فاطمہؑ بستر مرض پر تھیں،

یہ وہی بیماری تھی جس میں آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کی بیماری شدید ہو گئی تو مہاجرین اور انصار سے تعلق رکھنے والی خواتین گروہ در گروہ آپ کی عیادت اور آپ کی سلامتی کی دعا کی غرض سے آپ کی خدمت میں آنے لگیں۔ ان خواتین نے حضرت زہراؑ سے ان کی خیریت دریافت کی اور آپ کی احوال پرسی کی۔ حضرت فاطمہؑ نے خداوند عالم کی حمد و سپاس اور اپنے والدِ گرامی پر درود و سلام کے بعد فرمایا: اصبحت واللہ عائفة لدینا کن قالیةلرجا لکن' لفظتهم بعد ان عجمتهم وشانتهم بعد أن سبرتهم فقبحاً لفلول الحد واللعب بعد الجد وقرع الصفاة وصدع القناة و خطل الاراء و زلل الاهواء (خدا کی قسم' میں تمہاری دنیا سے سخت ناخوش ہوں۔ تمہارے مردوں کے بارے میں بغض و عداوت میرے دل میں گھر کر چکی ہے۔ میں نے تمہارے مردوں کی آزمائش کرنے اور اس آزمائش میں ان کے پورا نہ اترنے کی بنا پر انہیں منھ سے (اپنے دل سے) باہر نکال پھینکا ہے۔ جہاں تیزی مطلوب ہو اس مقام پر سستی کس قدر ناپسندیدہ ہے۔ اور سنجیدگی اور دلجمعی کے بعد غیر سنجیدگی اور بے دلی کس قدر قبیح ہے۔ کتنا برا ہے نوکیلے پتھر پر مارنا' کتنا برا ہے نیزوں کی انیوں پر شگاف ڈالنا اور رائے اور خیال کی خطا اور خواہشات کی لغزش)

اسکے بعد آپؑ نے فرمایا: وما الذی نقموا من ابی الحسن نقموا منه واللہ نکیر سیفه وقلة مبالاته بحتفه وشدة و طاته و نکال وقعته وتنمره فی ذات اللہ عزوجل (کونسا عامل اس بات کا سبب بنا کہ وہ ابوالحسن سے انتقام لیں؟ خدا کی قسم باطل کو شکست دینے والی شمشیر کی وجہ سے ان سے انتقام لیا ہے۔ ان کی بے جگری' ان کے موت سے ہراساں نہ ہونے' باطل کے خلاف ان کی ثابت قدمی (دشمنانِ اسلام) کے سروں پر قہر بن کر ٹوٹنے اور راہ خدا میں ان کی شجاعت و جوانمردی کی وجہ سے ان سے انتقام لیا گیا ہے۔)

''سوید بن غفلہ'' کہتے ہیں کہ ان عورتوں نے حضرت فاطمہؑ کی یہ باتیں اپنے مردوں کو جا کر بتائیں تو یہ سن کر مہاجرین و انصار کا ایک گروہ عذر خواہی کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے سیدة النساء! اگر ابوالحسن پیمانِ (خلافت) منعقد ہونے اور بیعت محکم

ہو جانے سے پہلے ہمیں اس مسئلے سے آگاہ کرتے تو ہم ان سے منھ نہ پھیرتے اور دوسروں کا ساتھ نہ دیتے۔

حضرت فاطمہؑ نے انہیں جواب دیا: الیکم عنی فلا عذر بعد تعذیر کم و لا امر بعد تقصیر کم (میری نظروں سے دور ہو جاؤ! جھوٹی عذر خواہی کے بعد کوئی عذر باقی نہیں رہا ہے۔ اس تقصیر کے بعد، ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں۔)

یہی پورا قصہ ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ: آپ، حضرت علیؑ کے حق کے بارے میں گفتگو کے لئے مہاجرین اور انصار کے گھروں پر جاتی تھیں۔ اس معاملے کی خصوصیات سے قطع نظر، ہم سمجھتے ہیں کہ آپ صرف اور صرف اسلام اور حق اور حقانیت کے لئے زندہ رہیں اور اس میدان میں محکم اور استوار تھیں۔

حضرت ابوبکر و عمر سے گفتگو

''ابن قتیبہ'' نے کتاب ''الامامة و السیاسة'' میں آپ کی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے ہونے والی گفتگو کو اس طرح نقل کیا ہے: حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: آیئے فاطمہؑ کے یہاں چلتے ہیں کیونکہ ہم نے انہیں ناراض کر دیا ہے۔ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت علیؑ کے گھر آئے اور حضرت فاطمہؑ سے گھر میں داخلے کی اجازت طلب کی۔ لیکن حضرت فاطمہؑ نے اجازت نہ دی۔

یہ دونوں حضرات، حضرت علیؑ کے پاس آئے اور آپ سے بات کی، حضرت علیؑ ان دونوں کو گھر میں لے گئے۔ جب یہ دونوں حضرات، حضرت فاطمہؑ کے کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان دونوں نے سلام کیا لیکن حضرت فاطمہؑ نے انہیں جواب نہ دیا۔ حضرت ابوبکر نے گفتگو شروع کی اور کہا: اے دختر رسولؐ! واللہ، آپ مجھے اپنے اقربا سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور میں آپ سے اپنی بیٹی عائشہ سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔ میری تمنا تھی کہ جس روز آپ کے والد گرامی اس دنیا سے رخصت ہوئے مجھے بھی موت

آ جاتی اوران کے بعد اس دنیا میں باقی نہ رہتا۔ کیا ممکن ہے کہ آپ کی معرفت رکھنے کے باوجوداورآپ کے فضل وشرف کو جاننے کے بعدبھی میں آپ کوآپ کے حق اور وراثت سے محروم کرتا؟ میں نے آپ کے والدِ گرامی سے سنا تھا کہ' آپ نے فرمایا: ہم انبیاء ترکہ نہیں چھوڑتے' ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت زہراؑ نے ان کے اس ادعا پر کوئی توجہ نہ دی۔ کیونکہ آپ نے اسکا جواب اپنے خطبے میں دے دیا تھا اور اس مسئلے کو مکمل طور پر حل فرمادیا تھا اور پھر یہ کہ اس حدیث کو سوائے حضرت ابوبکر کے کسی اور نے نقل نہیں کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہؐ جو تمام لوگوں سے زیادہ حضرت فاطمہؑ کو عزیز رکھتے تھے اور انہیں ہر بدی اور برائی سے دور رکھتے تھے اگر (ان کے ترکے کا مسئلہ آیت قرآن سے قابل تخصیص ہوتا' (ہرچند آیت قرآن اس بارے میں واضح ہے) تو آخر کیونکر آپؐ اس شرعی حکم سے اپنی بیٹی کو آگاہ نہ فرماتے؟ یا کم از کم اسکی جانب اشارہ ہی فرمادیتے؟ حتیٰ حضرت علیؑ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت فاطمہؑ کے حق میں گواہی دی لیکن ان کی شہادت بھی قبول نہ کی گئی۔ اب جبکہ حضرت ابوبکر نے ایک مرتبہ پھر اس مسئلے کو اٹھایا تو حضرت زہراؑ نے اس مسئلے پر جسے آپ پہلے ہی حل فرما چکی تھیں دوبارہ گفتگو کی ضرورت محسوس نہ کی۔ البتہ آپ نے یہ ضرور چاہا کہ آپ پر' ہر طرف سے جو اذیت وآزار اور ظلم وجور روا رکھے گئے ہیں ان کے سبب ان حضرات پر ایک حجت قائم کردیں۔ لہٰذا آپ نے ان دونوں حضرات سے سوال کیا: کیا میں آپ کے سامنے پیغمبر کی ایک حدیث نقل کروں۔ کیا آپ اسے مان کر اس پر عمل کریں گے؟ ان حضرات نے کہا: جی ہاں' ضرور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم' کیا آپ لوگوں نے رسول اللہؐ سے یہ نہیں سنا تھا کہ فاطمہؑ کی رضا وخوشنودی میری رضا وخوشنودی ہے اور فاطمہ کا غضبناک اور ناراض ہونا میرا غضب اور ناراضگی ہے۔ جو کوئی میری بیٹی فاطمہ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جس کسی نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ہے؟

ان حضرات نے کہا: جی ہاں! ہم نے رسول اللہؐ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے۔

اس پر حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: میں خداوند عالم اور اسکے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ آپ حضرات نے مجھے ناراض کیا ہے' راضی نہیں رکھا۔ اپنے والدِ گرامی سے ملاقات کے موقع پر میں آپ حضرات کی شکایت کروں گی۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اے فاطمہؑ! میں ان کی اور آپ کی ناراضگی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

اپنے والد گرامیؐ کے فراق کا غم واندوہ

فاطمہ زہراؑ ' ہر حال میں ثابت قدم رہیں۔ آپ اپنے والدِ گرامی کے بچھڑ جانے پر انتہائی غمگین تھیں اور بہت زیادہ رویا کرتی تھیں۔

پیغمبر اسلامؐ حالت احتضار میں تھے' حضرت فاطمہؑ نے انہیں اپنی آغوش میں لیا اور رونے لگیں۔ اسکے بعد آپ نے رسول کریمؐ کو پیار کیا اور مسکرانے لگیں۔ بعد میں ان سے پوچھا گیا: آپ کے اس رونے اور مسکرانے کا راز کیا تھا؟ جواب میں فرمایا: پہلے تو میرے بابا نے مجھے اپنی وفات کی اطلاع دی' جس پر میں رونے لگی۔ اسکے بعد آپ نے مجھے مطلع کیا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے جو ہستی مجھ سے آکے ملے گی وہ میں (فاطمہؑ) ہوں گی۔ یہ سن کر میں مسکرانے لگی۔

اپنے والدِ گرامی کے فراق میں جناب فاطمہ زہراؑ کے غم واندوہ کے بارے میں کثیر روایات نقل ہوئی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک روایت میں ''کلینی'' اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ: فاطمہ زہراؑ نے رسول کریمؐ کے بعد جو پچھتر (۷۵) دن گزارے ان میں کبھی ان کے چہرے پر مسکراہٹ یا ہنسی نہیں دیکھی گئی۔ آپ ہفتے میں دو مرتبہ (پیر اور جمعرات کے دن) شہدا کی قبور کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتی تھیں۔

امام جعفر صادقؑ سے منقول ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب تک زہراؑ زندہ رہیں وہاں (جا کے) نماز پڑھا کرتی تھیں اور دعا کیا کرتی تھیں۔

ہاں! دوستو! حضرت زہراؑ نے اپنی پوری حیات اسی طرح بسر کی۔ وہ ایک ایسی انسان

تھیں جن کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ اپنے ہر ہر قول اور ایک ایک عمل میں معصوم تھیں' اور ہمارے پاس اسکی کئی دلیلیں ہیں:

۱- وہ خواتین عالم کی سردار ہیں اور جو ہستی ایسے مقام و مرتبے کی حامل ہو' اسکے کسی قول و عمل میں خطا سرزد نہیں ہوتی۔

۲- وہ اہل بیتِ پیغمبر میں شامل ہیں جن سے خداوند عالم نے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھا ہے اور انہیں پاک و پاکیزہ خلق کیا ہے: انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا (بس اللہ کا ارادہ یہ ہے' اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ سورہ احزاب ۳۳۔ آیت ۳۳)

۳- فاطمہ زہراؑ معصوم ہیں' کیونکہ بچپنے سے لے کر وفات تک ان کی پوری زندگی میں ہم نے کسی ایک بھی باطل قول یا عمل کا مشاہدہ نہیں کیا۔ حضرت زہراؑ اپنے عزم و ارادے' معنویت و مراقبت اور پروردگار عالم کے بے انتہا لطف و فیض کی بنا پر مقام عصمت کی حامل ہیں۔

حضرت زہراؑ نے عظیم حوادث کے دوران تمام درد و الم برداشت کئے' اپنے پورے وجود کے ساتھ اسلام کی خدمت کی اور اپنی تمام توانائیوں کو اس راہ میں صرف کیا' یہاں تک کہ آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات کے وقت دفن کیا جائے اور وہ لوگ میری تشیع جنازہ میں شامل نہ ہوں جنہوں نے حق کا ساتھ نہیں دیا اور اسکی مخالفت کی۔ رات کے اندھیرے میں آپ کی تدفین آپ کی وفات کے بعد آپ کا آخری مبارزہ اور وفات سے قبل آپ کے احتجاجوں کا تسلسل تھا۔ آپ نے خواہش کی کہ آپ کی قبر کو پوشیدہ رکھا جائے تاکہ ان مصائب کی گواہ رہے جو خدا کے لئے' خدا کی راہ میں' رسول خدا کے ہمراہ آپ نے برداشت کئے۔

یہی وجوہات ہیں جن کی بنا پر فاطمہ زہراؑ اپنے عقائد اور رونما ہونے والے عظیم حوادث کے خلاف جدوجہد میں خواتین کی سردار اور ثابت قدم مومنین کیلئے نمونہ عمل ہیں' جو لوگوں کو یہ پیغام دیتی ہیں کہ: راہ اسلام میں بکثرت کٹھن مراحل تمہارے سامنے آئیں گے' مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد کی راہ میں بہت سی مشکلات تمہارے روبرو ہوں گی' اسلامی دعوت اور

اس کو قوت، عزت اور غلبہ بخشنے کی جدوجہد کے دوران تمہیں بہت سی سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم پر لازم ہے کہ اپنی تمام فکری اور روحی توانائیوں کے ساتھ کوشاں رہو۔

فاطمہ کا پیغام یہ بھی ہے کہ: اسلام کے خادم ہو جیسے کہ میں اسلام کی خدمت گزار رہی کوشش کرو کہ ہمیشہ کلمۃ اللہ غالب و سربلند ہو اور کلمۃ الشیطان مغلوب و سرنگوں رہے۔ اگر حالات تمہیں اجازت دیں تو دریغ نہ کرو، وحدت و اتحاد کو اپنا شیوہ بناؤ، اور تاریخی زخموں، دکھوں اور مسائل کی موجودگی کے باوجود بہت سے مسائل کو ابھارے بغیر اپنی راہ پر گامزن رہو۔ یہ رویہ اپناؤ اور جان لو کہ عظیم الشان ہدف و مقصد ''اسلام'' ہے۔

خدا کا سلام ہو ان پر، جس روز ان کی ولادت ہوئی، جس روز انہوں نے وفات پائی اور جس روز وہ زندہ محشور کی جائیں گی۔

اس کتابچے کی اشاعت میں تعاون کرنے والے مومنین کی توفیقات میں خدا اضافہ فرمائے